ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. April-June 2025.Page#.2433-2444
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The statements of the jurists (fuqaha) and their analysis regarding combining different Nisabs (minimum thresholds) for Qurbani (sacrificial offering) and Zakat

قربانی اور زکوۃ میں مختلف نصابوں کو ملانے سے متعلق فقہاء کرام کے اقوال اور ان کا تجزیہ

Muhammad Rehman
M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
Fatima Zuhra
M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
Dr Farhadullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology

Abstract:

This article presents a detailed juristic analysis of the issue of combining various types of wealth to determine the nisab (minimum threshold) for Zakah and Qurbani. It opens by outlining the foundational differences between the two acts in terms of their nisab, followed by an exploration of the classical jurists (fuqaha al-mutaqaddimin) positions on the permissibility of asset combination. Two key methods damm bil-qimah (combining by value) and damm bil-ajza (combining by kind)—are examined, shedding light on the foundational legal reasoning behind each. The article also reviews the views and fatawa of scholars from the recent past and the present era to show how this classical debate continues to shape contemporary Islamic financial thought.

Further, the study provides a comparative evaluation of the Shafi and Zahiri positions, as well as the consensus view of the jumhur (majority of jurists). Particular attention is given to the opinions of Imam Abu Hanifah regarding damm bil-qimah and Imam Malik and the Hanafi sahibayn on damm bil-ajza. Through this critical analysis, the article seeks to identify the opinion most aligned with the needs of the modern age, considering practical financial realities while remaining grounded in classical jurisprudence. The findings aim to offer clarity for contemporary application and fatwa development in issues of Zakah and Qurbani.

Keywords: Nisab, Qurbani, Zakat.

قربانی اور زکوۃ کے نصاب میں فرق

قربانی اور زکوۃ کے نصاب الگ الگ بالتفصیل ذکر کی جاچکی ہیں۔ جو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ زکوۃ کا نصاب یہ ہے کہ بیس دینار یا مثقال سونا (ساڑھے سات تولے) یا دو سو درہم چاندی (ساڑھے باون تولے) کسی کی ملکیت میں ہو اور اس پر سال گزر جائے۔ تو زکوۃ ادا کرنا فرض ہو گا۔ جبکہ قربانی کے لئے نصاب جیسا کہ بتایا گیا یہ ہے کہ اسی مقدار میں سونا یا چاندی یا ضروریاتِ اصلیہ سے زائد اشیاء جو چاندی کے نصاب کے بقدر کسی کے پاس موجود ہو، تو قربانی واجب ہو گی۔

زکواۃ کے لئے مالِ نامی (جس کی مالیت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا ہو) ہونا اور سال کا گزر جانا شرط ہے، جبکہ قربانی کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ قربانی کے ایام میں جب بھی ملکیت میں مقررہ مقدار یا اس سے زائد مال آجائے، قربانی لازم ہو جائے گی۔

دیکھا جائے تو ان دونوں نصابوں میں چند وجوہ سے فرق موجود ہے۔

۱۔ زکوٰۃ کے لئے نصاب سونا چاندی، مویشی، اموال تجارت اور نقد رقم کے حساب کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ گھریلو اشیاء، استعمال کی سواریاں وغیرہ کو شمار نہیں کیا جاتا۔ جبکہ قربانی کے نصاب میں مذکورہ اشیاء کے علاوہ گھر میں ضروریاتِ اصلیہ سے زائد چیزیں بھی شمار ہوتی ہیں۔

۲۔ زکوٰۃ کے نصاب کے لئے سونا چاندی اور اسی طرح دیگر اشیاء پر سال کا گزرنا شرط ہے۔ جبکہ قربانی کے نصاب میں ایسا کوئی شرط نہیں۔ قربانی کے تین دنوں میں جب بھی ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کے بقدر مال ملکیت میں آجائے تو قربانی واجب ہوگی۔

قربانی اور زکوٰۃ میں مختلف نصابوں کو ملانے کے بارے میں فقہاء (متقدمین) کے اقوال

نصابوں کو ملانا یا ضم کرنا قربانی اور زکوٰۃ کے ضمن میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ صحابہ اور تابعین کے زمانہ سے یہ طریقہ زکوٰۃ اور قربانی کے معاملے میں مروج چلا آرہا ہے۔ چنانچہ ابو بکر کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ دور صحابہ میں بھی دو نصابوں کو ملانے کا طریقہ رائج تھا: "مضت السنة من أصحاب رسول الله ﷺ بضم الذهب إلى الفضة والفضة إلى الذهب في إخراج الزكاة۔[1] " "اصحاب رسول ﷺ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ زکوٰۃ کے معاملے میں سونے اور چاندی کو باہم ملایا جاتا تھا۔"

ضم کی دو صورتیں بنتی ہیں۔ نصابوں کو یا تو ان کی قیمت اور مالیت کا اندازہ لگا کر ضم کیا جائے گا، یا دو یا زیادہ نصابوں کے اجزاء کو یکجا کر کے نصاب کی تکمیل کی جائے گی۔ اس کا طریقہ کار اور وضاحت درج ذیل ہے۔

ضم بالقیمۃ

ضم بالقیمۃ سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی دو یا زیادہ نصابوں کی اشیاء کی مالیت جو تنہا تکمیل نصاب تک نہیں پہنچتی، ان سب کی قیمتوں کو یکجا کر کے چاندی کے نصاب کے ساتھ دیکھا جائے، اگر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو، تو زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہے، جو نصاب سے بہت کم ہے، اور اس کی ملکیت میں ہزار دو ہزار روپے بھی ہے۔ یہ رقم بھی نصاب کے برابر نہیں۔ اب اس ایک تولہ سونا کی قیمت اور یہ نقدی رقم ملا کر دیکھا جائے کہ ساڑھے باون تولہ سونے کے برابر ہے یا نہیں؟ اگر برابر ہے تو زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

ضم بالاجزاء

ضم بالاجزاء سے مراد یہ ہے کہ دو نصاب جو علی الوحدہ کوئی بھی مکمل نا ہو تو دونوں کے اجزاء کو باہم ملا کر چاندی کے نصاب کے برابر کیا جائے گا۔ اگر برابر ہو یا زائد ہو، تو زکوٰۃ کی ادئیگی کی جائے گی۔

واضح رہے کہ ساڑھے سات تولے سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی کے درمیان تناسب ایک اور سات (1::7) کی ہے۔ یعنی ایک تولے سونا مساوی ہے سات تولے چاندی کے۔ اسی طرح دو تولے سونا برابر ہے چودہ تولے چاندی کے، علی الترتیب آخر تک شمار کیا جائے۔ اب مثال کے طور پر کسی شخص کے پاس ڈھائی تولے سونا ہیں جو کہ نصاب کی تکمیل نہیں کرتا۔ اسے مزید پانچ تولے سونا درکار ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے پاس چاندی کی مقدار کتنی ہونی چاہئے تاکہ دونوں نصابوں کے اجزاء کو ملا کر ایک نصاب کو مکمل کیا جائے۔ تو پانچ کو سات سے ضرب دیں تو پینتیس (35) عدد آتا ہے۔ یعنی پینتیس تولے چاندی مزید درکار ہے، یا اس مالیت کے برابر نقد رقم مزید ہونا چاہئے تاکہ چاندی کے نصاب کی تکمیل ہو جائے۔ تب زکوٰۃ فرض تصور ہوگا۔ اور اگر اس مالیت کا چاندی یا نقد رقم دستیاب نہیں تو دونوں نصابوں کے اجزاء ملا کر بھی تکمیل نہیں ہوتا، اس لئے زکوٰۃ بھی فرض نہیں۔

ضم بالقیمۃ اور ضم بالاجزاء سے متعلق متقدمین فقہاء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ ضم بالقیمۃ کے قائل ہے، جبکہ **امام ابو یوسفؒ** اور **امام محمدؒ** ضم بالاجزاء کے قائل ہیں[2]۔

امام مالک ابن انسؒ بھی ضم کے قائل ہے کہ دراہم اور دنانیر کو ملا کر اگر نصاب کی تکمیل ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی[3]۔ امام نوویؒ[4] فرماتے ہیں: امام مالکؒ ضم بالاجزاء کے قائل ہیں: "إن مالكا يراعي الوزن ويضم على الأجزاء لا على القيم ويجعل كل دينار كعشرة دراهم على الصرف الأول وقال الأوزاعي والثوري وأبو حنيفة يضم على القيم في وقت الزكاة۔[5] " " امام مالکؒ وزن کی رعایت رکھتے ہوئے ضم بالقیمۃ کی بجائے ضم بالاجزاء پر عمل کرتے ہیں۔ پہلے ہر دینار کو دس

درہم میں تبدیل کرتے ہیں۔ اور فرمایا امام **عبدالرحمن الاوزاعیؒ**[6]، امام سفیان الثوریؒ[7] اور امام ابو حنیفہؒ زکوٰۃ کے وقت ضم بالقیمۃ پر عمل کرتے تھے۔"(المبسوط للسرخسی میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک قول ضم بالاجزاء کی ثابت ہے، گویا بعد میں انہوں نے ضم بالاجزاء کی طرف میلان کیا ہے[8]۔)

اسی طرح **سفیان الثوریؒ** بھی ضم بالقیمۃ کے قائل ہے کہ اس میں مساکین کی زیادہ رعایت مد نظر ہوتی ہے[9]۔

امام احمد بن حنبلؒ بھی ایک قول کے مطابق ضم بالقیمۃ کے قائل ہے کہ یہ فقراء کے لئے زیادہ انفع ہے۔ چنانچہ اگر سو درہم اور نو دینار (جو سو درہم کے برابر ہو) کسی کے پاس ہو تو زکوٰۃ واجب تصور ہوگی[10]۔

امام شافعیؒ ضم کے خلاف رائے دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ہر نصاب جنس کے لحاظ سے مختلف ہے، اس لئے باہم نہیں ملایا جائے گا۔ ہر نصاب کو الگ دیکھا جائے گا۔ اگر نصاب پورا ہوا تو زکوٰۃ نکالی جائے گی ورنہ نہیں[11]۔

ابو ثور ابراہیم ؒ[12] جو فقیہ اور مجتہد وقت تھے، وہ بھی ضم کے خلاف ہے اور ہر نصاب کی تکمیل کے قائل ہے۔

ابو سلیمان الخطابیؒ[13] جو مشہور شافعی فقہیہ و محدث ہے، ضم کے قائل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:"لا أعلم عامتهم اختلفوا فيه؛ وذلك لأن الزكاة إنما تجب في قيمتها، فتقوم بكل واحد منهما، فتضم إلى كل واحد منهما. ولو كان له ذهب وفضة وعروض، وجب ضم الجميع بعضه إلى بعض في تكميل النصاب۔[14]"

"جمہور میں کسی کا اختلاف اس باب میں معلوم نہیں۔ اس لئے کہ زکوٰۃ قیمت کے لحاظ سے واجب ہوتا ہے، پس ہر ایک کی قیمت لگائی جائے گی اور ایک دوسرے میں ضم کیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور اشیاء موجود ہو تو ایک دوسرے میں ضم کر کے نصاب کو مکمل کیا جائے گا۔"

امام احمدؒ ایک دوسرے قول میں ضم کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ نصابوں کے اندر کمی کی صورت میں باہم ضم سے توقف اختیار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہر نصاب فی نفسہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ **ابن أبي ليلیؒ**[15]، **حسن بن صالحؒ**[16]، **شریک بن عبداللہؒ**[17]، اور **ابو بکر عبدالعزیزؒ**[18] بھی ضم کے خلاف قول اختیار کرتے ہیں۔ برخلاف ان مذکور فقہاء کے **حسن بصریؒ**[19]، **قتادہؒ**[20]، اوزاعیؒ ضم کے قائل ہیں۔[21]

ابو بکر الجصاصؒ[22] فرماتے ہیں:"وقد دلت الآية (والذين يكنزون الذهب والفضة) على وجوب الزكاة في الذهب والفضة بمجموعهما، فاقتضى ذلك وجوب ضم بعضها إلى بعض۔[23]" "مذکورہ آیت یقینی طور پر سونے اور چاندی میں مجموعی طور زکوٰۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، پس یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ایک کو دوسرے میں ضم کیا جائے۔"

ابن حزم الظاہریؒ[24] ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے ضم کے خلاف ہے۔ ان کے نزد ایسا کرنا حدیث کے خلاف عمل صادر ہوگا، اور یہ حدود اللہ (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) سے تجاوز کرنا ہے۔[25]

امام محمد سرخسیؒ[26] فرماتے ہیں:"ہمارے نزد اگر کسی کے پاس دس مثقال سونا اور سو درہم چاندی ہو تو ایک کو دوسرے میں تکمیل نصاب کی غرض سے ضم کیا جائے گا۔"[27]

امام ابن حجر العسقلانیؒ بھی ضم کے خلاف ہے:"من كان عنده دون النصاب من الفضة ودون النصاب من الذهب مثلا أنه لا يجب ضم بعضه إلى بعض حتى يصير نصابا كاملا فتجب فيه الزكاة۔[28]" جس کے پاس مثلاً نصاب سے کم چاندی اور نصاب سے کم سونا ہو تو واجب نہیں کہ ایک کہ دوسرے میں نصاب کی تکمیل کے لئے ضم کیا جائے، تاکہ زکوٰۃ واجب ہو۔

امام بدرالدین عینیؒ[29] اس معاملے میں جمہور کے ساتھ ضم کے قائل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:"مسألة الضم، وهو أن الجمهور يقولون بضم الفضة والذهب بعضها إلى بعض في إكمال النصاب۔[30]" مسئلہ ضم کے معاملے میں جمہور کا قول ہیں کہ چاندی اور سونا بعض کو بعض میں اکمال نصاب کی غرض سے ضم کیا جائے گا۔

قربانی اور زکوۃ میں مختلف نصابوں کو ملانے کے بارے میں ماضی قریب اور دورِ حاضر کے علماء و مفتیان کی آراء و فتاویٰ

جس طرح متقدمین فقہاء کے ہاں نصابوں کو ملانے کے ضمن میں اختلاف موجود تھا، بعینہٖ دور حاضر اور ماضی قریب کے فقہاء اور مفتیان کرام کے ہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ ضم کے قائل ہیں اور کچھ فقہاء ضم کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔ ذیل میں ان کے آراء پیش کئے جاتے ہیں۔

ابن عابدین شامیؒ[31] ضم کا قول پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی وہی موقف اختیار کیا ہے جو ضم کے معاملے میں آئمہ احناف یعنی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کا ہے۔[32]

مفتی محمد شفیعؒ ضم کا فتوی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: "کسی کے پاس کچھ سونا کچھ چاندی ہے تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔" [33]

دکتور وھبہ الزحیلیؒ[34] ضم بالقیمۃ کے قائل ہے، وہ فرماتے ہیں: "ويضم عند الجمهور (غير الشافعية) أحد النقدين إلى الآخر في تكميل النصاب، فيضم الذهب إلى الفضة وبالعكس بالقيمة۔[35]" یعنی امام شافعیؒ کے علاوہ جمہور فقہاء ایک نصاب کو دوسرے میں ضم کے قائل ہیں تاکہ نصاب کی تکمیل ہو۔ پس سونے کو چاندی میں بالقیمۃ ضم کیا جائے گا اور اسی طرح بالعکس۔

ڈاکٹر یوسف عبد اللہ القرضاویؒ[36] ضم کے قائل ہے، وہ فرماتے ہیں: "دور جدید میں اس بات کا احتمال نہیں رہا کہ سونے کا نصابِ زکوٰۃ علیحدہ ہو اور چاندی کا نصاب علیحدہ۔ اس لئے کہ اب لین دین کاغذی کرنسی سے ہوتا ہے اور لوگوں کو اس بات کا اتفاق تک پیش نہیں آتا کہ وہ دھات کے سکے دیکھیں، بالخصوص سونے کے۔ اس لئے اب اس بحث کی گنجائش نہیں رہی کہ ان میں سے ایک نصاب دوسرے نصاب میں ضم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بلکہ اب تو ضم کرنا ایک امر لازم بن چکا ہے۔[37] "

ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیّار[38] (تلمیذِ شیخ ابن باز، شیخ الشنقیطی) لکھتے ہیں: "والراجح: أنه يضم الذهب إلى الفضة في تكميل النصاب۔[39]" راجح یہی ہے کہ سونے کا چاندی کے ساتھ تکمیل نصاب کی غرض سے ضم کیا جائے گا۔

اشرف علی تھانویؒ[40] بھی جمہور کی طرح ضم پر فتوی دیتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر قیمت لگائی جائے، پھر اس کے مجموعہ میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔"[41]

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ[42] ضم پر فتویٰ دیتے ہیں۔ "اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کر دینا اولی ہے۔"[43]

محمد یوسف لدھیانویؒ[44] ضم پر فتویٰ دیتے ہیں کہ کسی کے پاس چار پانچ تولے سونا ہے اور ایک ہزار ریال تک نقد رقم تو دونوں کو ملایا جائے گا۔ اگر چاندی کے نصاب کے بقدر مالیت نکل آئی تو زکوٰۃ فرض ہو گی۔[45]

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ[46] فرماتے ہیں: "اگر سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی دوسرا مالِ زکوٰۃ بھی ہے تو سب کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر سب کی مالیت چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔"[47]

مفتی محمد فریدؒ[48] ضم سے متعلق فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: " جب سونا ساڑھے سات تولہ سے کم ہو اور چاندی ساڑھے باون تولہ سے کم ہو تو دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا۔"[49]

مفتی سعید احمد پالنپوریؒ[50] فرماتے ہیں: " چونکہ سونا اور چاندی دونوں خلقی ثمن ہیں اور دونوں کی منفعت بھی ایک ہے، یعنی دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں، اس لئے جمہور دونوں میں انضمام کرتے ہیں۔"[51]

مفتی محمد تقی عثمانی[52] ضم کا فتویٰ دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اگر سونے کے ساتھ کچھ چاندی یا نقدی موجود ہو اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بن گئی تو زکوٰۃ واجب ہے۔"[53]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی[54] بھی ضم کا فتویٰ دیتے ہیں۔ "اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو اور اس کے ساتھ کچھ مالِ تجارت بھی ہو یا نقد رقم ہو تو ان سب کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا، اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔"[55]

مفتی رضاء الحق[56] (مفتی اعظم جنوبی افریقہ) ضم کے فرماتے ہیں: " اگر سونا یا چاندی دونوں بقدرِ نصاب نہ ہو لیکن دونوں کو ملانے سے قیمت دونوں میں سے کسی ایک کے نصاب تک پہنچتی ہے تو زکوٰاۃ واجب ہے۔"[57]

مفتی غلام الرحمن[58] ضم سے متعلق فرماتے ہیں: "جہاں کہیں دو ناقص نصاب موجود ہو، یعنی کچھ سونا اور چاندی ہو یا اس کے ساتھ کچھ مالِ تجارت ہو یا نقد رقم ہو تو ایسی صورت میں اگر دونوں ناقص نصابوں کو ملا کر کسی ایک جنس کا نصاب پورا ہوتا ہو تو پھر ادنیٰ نصاب کا اعتبار کر کے اس میں زکوٰۃ واجب رہے گی۔"[59]

سید سابقؒ[60] (یوسف القرضاویؒ کے شیخ) ضم کے خلاف ہے، وہ فقہ السنۃ میں لکھتے ہیں: "من ملك من الذهب أقل من نصاب، ومن الفضة كذلك لا يضم أحدهما إلى الاخر، ليكمل منهما نصابا، لانهما جنسان: لا يضم أحدهما إلى الثاني۔[61] "" جس کی ملکیت میں نصاب سے کم سونا ہو، اور اسی طرح نصاب سے کم چاندی ہو تو ایک کو دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا، کہ اس سے نصاب کی تکمیل ہو۔ اس لئے کہ یہ دون الگ جنس ہیں ایک کو دوسرے میں ضم نہیں کیا جائے گا۔"

عبدالعزیز ابن بازؒ[62] ضم کے قائل ہے، وہ فرماتے ہیں: "إن كان عنده فضة أو عروض تجارة يكمل بها النصاب وجبت الزكاة في أصح قولي العلماء؛ لأن الذهب والفضة كالشيء الواحد۔[63] " "اگر کسی کے پاس چاندی یا دوسرا اسامان تجارت ہے اور یہ سب چیزیں مل کر حد نصاب کو پورا کر دیتی ہیں تو علماء کے دو اقوال میں سے صحیح تر قول کے مطابق ان میں زکوٰۃ واجب ہو گی، کیونکہ سونا اور چاندی ایک ہی چیز کی طرح ہیں۔"

محمد امین الشنقیطیؒ[64] ضم کے قائل نہیں۔ وہ فرماتے ہیں اس بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔[65]

محمد بن صالح عثیمینؒ[66] ضم کے خلاف ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: " رسول اکرم ﷺ نے سونے اور چاندی کے دو الگ الگ نصاب مستقل طور پر متعین فرما دیئے ہیں۔ اس لئے دونوں ناقص ہو تو تکمیل کے لئے باہم ملانے کی ضرورت نہیں۔ ایسا کرنے کی کوئی نظیر بھی رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں۔[67]"۔

فقہاء کے اقوال کا تجزیہ

سونے اور چاندی کے الگ الگ نصاب کی مقداروں پر تمام فقہاء متفق ہیں۔ مسئلہ دو یا زیادہ نصابوں میں کمی کو ایک دوسرے میں ضم کر کے تکمیل نصاب کا ہے۔ جس کو مسئلہ ضم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ احناف، مالکیہ اور حنابلہ دو ناقص نصابوں کو باہم ضم کر کے نصاب کی تکمیل اور ادائیگی زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ ضم بالقیمۃ کا قول کرتے ہیں جبکہ احناف میں ایک قول کے مطابق امام ابو حنیفہؒ، صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمد ابن الحسنؒ) اور امام مالک ابن انسؒ ضم بالاجزاء کے قائل ہیں۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ جبکہ شافعیہ اور ظاہریہ اور کچھ دیگر فقہاء ضم کے خلاف ہیں۔

شافعیہ اور ظاہریہ کے موقف کا تجزیہ

جیسا کہ کہا گیا کہ فقہاء شافعیہ ضم کے خلاف ہیں۔ وہ اپنے قول کی بنیاد اُس حدیث پر کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ اوقیہ سے کم میں کوئی زکوٰۃ نہیں[68]۔" (ایک اوقیہ کی مقدار چالیس درھم ہوتا تھا، اس حساب سے پانچ اوقیہ دو سو درھم کے برابر ہوتے ہیں۔)[69]

اسی طرح ظاہریہ بھی اسی حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث کو بنیاد بنا کر دلیل لیتے ہیں اور زکوٰۃ کے معاملے میں ضم پر عمل نہیں کرتے۔ دراصل ان دونوں مکتبہ فکر کے فقہاء کا ماننا ہے کہ احادیث میں سونا چاندی کے نصابوں کو واضح طور پر متعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہر نصاب بذاتِ خود تکمیل تک پہنچنے پر ہی زکوٰۃ فرض ہو گی، ورنہ نہیں۔ مثلاً سونا کسی کے پاس ساڑھے ساتھ تولہ مقدار میں ہو گا یا اس سے زیادہ تو زکوٰۃ ادا کریگا۔ اسی طرح ساڑھے باون تولہ کے بقدر چاندی کسی کے پاس ہو گی، تب ہی زکوٰۃ لازم ہو گی۔ الگ الگ نصابوں میں نقص کی صورت میں ضم پر عمل نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ احادیث میں اس بارے میں کچھ موجود نہیں۔

فقہ شافعیہ اور ظاہریہ کا اس مسئلہ میں استدلال کی بنیاد دراصل ایک تو ظاہری الفاظِ حدیث ہیں، دوسرا وہ قیاس سے کام لیتے ہیں کہ جس طرح زکوٰۃ ہی کے معاملے میں مختلف جنس کے چوپائے ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوتے۔ مثلاً اونٹ، گائیں بھینس، بھیڑ بکریاں جدا جدا جنس کے ہیں، چنانچہ ان کو ضم نہیں کئے جاتے۔ اور اسی طرح زمین کی پیداوار میں گندم، جو، چاول اور کپاس وغیرہ الگ الگ اجناس اور فصلیں تصور کر کے ضم نہیں کئے جاتے، ویسا ہی سونا اور چاندی الگ الگ جنس ہیں، اسلئے باہم ضم نہیں ہونگے۔[70]

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس دو سو درہم میں ایک دانہ بھی کم ہو، اور بیس دینار میں ایک دانہ بھی کم ہو، تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں[71]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی شخص کے پاس ساڑے سات تولہ سونا میں سے ایک رتی یا ماشہ بھی کم ہو تو زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی میں ایک رتی بھی کم ہو تو زکوٰۃ سے مبراء ہو گا۔

دراصل شافعیہ اور ظاہریہ دونوں کا یہ موقف بنتا ہے۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ اور ابن حزمؒ اُن احادیث سے استدلال کرنے کے نتیجے میں یہ قول پیش کرتے ہیں، جن میں سونا اور چاندی دونوں کے نصابوں کا تعین مذکور ہے۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ ایک شخص کے پاس اتنا مال یا سونا یا چاندی ملکیت میں آگیا جو بس ایک رتی

بھر یا ماشہ بھر ہی نصاب سے کم ہے، تو کیا اس صورت میں وہ مالدار تصور نہ کیا جائے؟ مثلاً ایک تولہ سونا کی قیمت (2025ء کے حساب سے) تقریباً تین لاکھ بنتی ہے۔ اس حساب سے ایک شخص ساڑھے سات تولہ سونا رکھتے ہوئے بائیس لاکھ پچاس ہزار (2250000) روپے کا مالک ہے۔ اس پر زکوٰۃ امام شافعیؒ اور امام ابن حزمؒ کے نزد واجب ہے۔ اور ایک دوسرا شخص اگر ایک رتی بھر کم نصاب کا مالک ہے تو گویا وہ بائیس لاکھ (2200000) کا مالک ہے۔ تو صرف پچاس ہزار کی کمی کی وجہ سے اس شخص کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو دونوں مالدار تصور ہوتے ہیں۔

اگر صورت یہ ہو کہ صرف سونا اور صرف چاندی کسی کی ملکیت میں ہیں، اور اس کے علاوہ نہ روپیہ، نہ مال تجارت، نہ گھر میں اضافی اشیاء جو کبھی استعمال میں نہیں لائی جاتی، یا ضرورت سے زائد سواریاں بھی نہ ہو، تو اس صورت میں جمہور فقہاء بھی کہتے ہیں کہ چونکہ سونا اور چاندی ایک بھی تنہا نصاب میں پورا نہیں، اس لئے زکوٰۃ کا حکم متوجہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر بائیس لاکھ کا مالک ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ کچھ اور بھی موجود ہے، تو جمہور فقہاء اُس کو سونے یا چاندی کے ساتھ ضم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

جمہور فقہاء کے موقف کا تجزیہ

جمہور فقہاء (فقہائے احناف، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شوافع فقہاء) دو مختلف نصابوں کو باہم ضم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ دیکھا جائے تو سونا چاندی میں بنیادی چیز اس کی قیمت اور مالیت ہیں جو دونوں میں یکساں طور پر قابلِ وقعت گردانی جاتی ہیں، اس بنا پر دونوں اگرچہ الگ الگ جنس سے ہیں لیکن مارکیٹ میں سونا اور چاندی دونوں اسی قدر مشترک کے طور پر رواج پذیر ہوتے ہیں، نا کہ ان کی رنگت یا چمک کو معیار سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا دونوں کا زکوٰۃ کے معاملے میں جمہور فقہاء کی رائے اور تعامل کے مطابق ضم کیا جائے گا۔

سونا اور چاندی کو باہم ملانے اور زکوٰۃ کے معاملے میں ضم کرنے سے متعلق صدر اول سے تعامل چلا آرہا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل کے بارے میں علامہ کاسانیؒ نے بدائع میں اشارہ کر دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ہاں یہ بات بطور سنت رائج تھا کہ وہ دو نصابوں کو باہم ضم کرتے تھے۔ جبکہ تابعین کے زمانہ میں بھی اس پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت موجود ہیں، جس میں تابعین کے زمانے میں سونے اور چاندی کو ضم پر عمل کی تصریح ملتی ہے۔ ابو بکر ابن ابی شیبہؒ[72] اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: " مکحول دمشقیؒ[73] سے پوچھا گیا کہ میرے پاس ایک تلوار ہے جس میں ایک سو پچاس درھم (چاندی) ہے، کیا اس میں کچھ زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے فرمایا: تمہارے پاس سونے یا چاندی میں سے جو کچھ ہے، وہ اس کے ساتھ ملا لو۔ پس اگر دو سو درھم تک پہنچ جائے تو تم پر زکوٰۃ واجب ہے۔"[74]

ظاہر ہے یہ صحابہ کے شاگرد تھے، انہوں نے دور صحابہ میں اس پر تعامل کرتے مشاہدہ کیا ہوگا، اس لئے انہوں نے ایسا ہی اپنے تلامذہ کو سکھایا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دور صحابہ میں سونے چاندی کے علاوہ دیگر اشیاء کو بھی ضم کر کے زکوٰۃ ادا کرنے کا رواج موجود تھا۔ چنانچہ عبد الرزاق ابن ہمامؒ اور دیگر کئی محدثین نے اس طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے مطابق ابن عمرؓ نے چمڑے اور جوتوں کو باہم ملا کر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔[75]

جمہور فقہاء اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ ہر دور میں زکوٰۃ کے معاملے میں اس نصاب کو ترجیح دی ہے جو انفع للفقراء ہو۔ دیکھا جائے تو سونا اور چاندی کے الگ الگ نصاب کی تکمیل کی صورت میں، جو کہ عام طور پر بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے، اس لحاظ سے بہت سے لوگ باوجود یہ کہ پانچ چھ تولہ سونا کے مالک ہونگے (جو اچھی خاصی رقم آج کے زمانہ میں بنتی ہے)، زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل رہیں گے۔ جب زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے الگ نصابوں کو معیار بنا دیا جائے تو اُمت میں زکوٰۃ کا نظام سست روی کا شکار ہوگا اور اس کی اصل روح (جو فقراء و مساکین کی ضروریات کا انتظام اور ان کی تنگ دستی کا علاج ہے)، مفقود ہو جائے گی۔

ابو حنیفہؒ کا قول ضم بالقیمۃ کا جائزہ

امام ابو حنیفہؒ اور ایک قول کے مطابق امام احمدؒ ضم کے معاملے میں قیمت کا اعتبار کرتے ہیں۔ یعنی جب دو نصاب ناقص موجود ہو تو دونوں کی قیمت لگا کر چاندی کے نصاب کے برابر کیا جائے گا۔ اگر برابر یا زائد نکل آیا تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مثلاً کسی شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہے جس کی مالیت آج کے حساب سے تقریباً تین لاکھ بنتی ہے، اور اس کے پاس سونے کے علاوہ تھوڑا چاندی یا نقدی بھی موجود ہے، تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

امام مالکؒ اور صاحبین کا قول ضم بالاجزاء کا تجزیہ

امام مالکؒ اور صاحبین ضم بالاجزاء پر عمل کرتے ہیں۔ چونکہ سونا اور چاندی کی مالیت میں 1 اور 7 کی نسبت تھی یعنی ایک درھم اعشاریہ سات دینار کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ (اگرچہ دونوں کے وزنوں میں یہ نسبت آج بھی زکوۃ کے معاملے میں قائم ہے (ساڑھے سات: ساڑھے باون) لیکن دنوں کی مالیت میں کافی فرق آچکا ہے)۔ چنانچہ ان فقہاء کا قول ہے کہ ناقص نصابوں کی صورت میں ضم بالاجزاء پر اس طرح عمل کیا جائے گا کہ اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا موجود ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے پاس کتنی مقدار میں مزید سونا درکار ہے یا اس کی مالیت جتنی رقم وغیرہ۔ اس حساب سے اس کے پاس مزید ساڑھے چھ (6.5) تولہ سونا ہونا چاہئے۔ اب سونے کی جگہ اس کی ملکیت میں چاندی موجود ہے۔ لہٰذا نصاب کی تکمیل کے لئے اسے مزید ساڑھے پینتالیس تولہ چاندی درکار ہے (7 ×6.5)۔ تب اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔

دور حاضر کے لئے کونسا قول اوفق وایسر ہے اور اس کی وجوہ ترجیح

بعض فقہاء نے ضم بالقیمۃ جبکہ بعض نے ضم بالاجزاء کو پسند کیا ہے۔ ضم بالقیمۃ کا قول اور فتویٰ دینے والے مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا فقراء اور مساکین کے حق میں زیادہ انفع ہے۔ اور چونکہ زکوٰۃ کی فرضیت کی حکمت بھی یہی ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے ذریعے مستحق اور ضرورت مند افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا بندوبست ہوسکے۔ چنانچہ ان کے نزدیک ضم بالقیمۃ پر عمل کرنے سے زکوٰۃ کے عمل کو زیادہ رواج دینے کی صورت بنتی ہے، جس کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ غریب عوام مستفید ہوسکتے ہیں، اس لئے ضم کے معاملے میں اس پر عمل ہوگا۔ دوسرا یہ کہ فقہ حنفی میں بنیادی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہی ہوتا ہے، الّا یہ کہ کسی دلیل کی بنا پر صاحبین کا قول لیا جائے۔ چنانچہ صرف اس وجہ سے صاحبین کا قول لینا کہ کم مقدار میں سونا رکھنے والے لوگوں پر زکوٰۃ کا وجوب لازم آئے گا، یہ ایسی توجیح نہیں کہ اس کی بنا پر ضم بالاجزاء (صاحبین کا قول) پر عمل کیا جائے۔

اس ضمن میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ شریعت کا مزاج یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو سختیوں اور تکالیف سے دوچار کیا جائے۔ دین اسلام اور شریعت محمدی کی تعلیمات تو یہ ہے کہ یہ کسی پر بے جا تکلیف اور بوجھ ڈالنے سے منع کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔[76]" "اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت اور وسعت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا۔" مطلب یہ ہے کہ کسی دینی حکم کے معاملے میں خواہ وہ جسمانی عبادت ہو یا کہ مالی عبادت، اللہ تعالیٰ وسعت سے زیادہ کسی کو مکلف نہیں بناتا۔ قرآن مجید کی اس آیت: "يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[77]۔" کا مدعا بھی یہی ہے کہ دین اسلام میں تنگی کے بجائے آسانی اور سہولت پیدا کی جائے۔ اور امام بخاریؒ نے تو الدین یسر کے عنوان سے باقاعدہ باب باندھا ہے، جس کے تحت اُن احادیث کو جمع کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ دین لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے، نہ کہ اس کو بے جا تکلیف اور مشقت میں ڈالا جائے۔ چنانچہ اسی باب کے تحت حدیث ہے: "إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه۔[78]" دین آسان ہے اور جو اس میں شدت سے کام لے گا تو یہ اس پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ اس قاعدہ سے کئی ایک دینی احکام ایسے ہیں کہ حالات کی مناسبت سے مسلمانوں پر اس معاملے میں نرمی، مسامحت سے کام لیا گیا ہے، تاکہ اُمت کو تکلیف سے بچایا جاسکے۔

ضم بالقیمۃ اگرچہ انفع للفقراء معلوم ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ لیکن ضم بالقیمۃ کا حکم اور فتویٰ امام ابو حنیفہؒ نے اس وقت دیا تھا جب عرف اور بازار میں سونا اور چاندی کی ثمنیت میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں تھا، جتنا آج کے زمانے میں ہے۔ آج کل سونا مارکیٹ میں ثمن کے لحاظ سے آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور اس کے مقابلے میں چاندی کی وقعت کم ہے۔ صدر اول میں تقریباً سات دینار دس درہم کے برابر سمجھی جاتی تھی[79]۔ یعنی ان میں نسبت ایک اور اعشاریہ سات (1: 0.7) کی تھی۔

لیکن آج یہ تفاوت بہت بڑھ گیا ہے۔ اب اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے تو اس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی سے بڑھ کر ہے۔ کہ سونا تقریباً تین لاکھ فی تولہ ہے اور چاندی کا کل نصاب ملا کر تقریباً دو لاکھ بنتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا موجود ہو اور ساتھ میں کچھ رقم یا دیگر اشیاء ہو، تو دونوں کو ملا کر اگر نصاب کی تکمیل کا حکم لگاتے ہیں تو اس طرح بہت سے لوگ حرج میں واقع ہوجائیں گے۔ اس لئے کہ تقریباً ہر گھر میں ایک تولہ یا زیادہ سونا موجود ہوتا ہے اور اس کے علاوہ تقریباً ہر گھر میں سال بھر پچاس سو روپے اضافی نقد رقم تو ہوتا ہی ہے۔ اس طرح ان سب لوگوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض تصور ہوگی۔ جو کہ اُمت پر بھاری حرج ڈالنا ہے۔ لہٰذا آج جبکہ سونا اور چاندی میں ثمن کے لحاظ سے فرق بہت زیادہ پڑ چکا ہے، اس لئے ضم بالقیمۃ پر عمل کرنے سے مسائل درپیش آتے ہیں۔

امام مالکؒ اور صاحبین کے قول پر عمل کرنے سے اُمت اس حرج سے بچ سکتی ہے۔ نصاب کی تکمیل کے لئے ضم بالا جزاء کی صورت میں کسی کے پاس موجود سونا یا چاندی کے دیگر نصابوں کے ساتھ ملانے میں زیادہ اجزاء درکار ہونگے۔ اور دستیاب نہ ہونے کی صورت میں وہ زکوٰۃ کی وجوب سے بچ سکتا ہے۔

ضم بالقیمۃ پر فتویٰ اور حکم لگایا جائے تو اس صورت میں اگرچہ فقراء اور مساکین کو فائدہ پہنچے گا کہ ہر دوسرا تیسرا شخص زکوٰۃ دینے والا ہوگا۔ لیکن اس صورت میں دیکھا جائے تو ہر گھر کی لاچار زکوٰۃ کی حقدار خواتین جن کے پاس تولہ بھر سونا اور کچھ نقدی جمع پونجی موجود ہو، اس پر زکوٰۃ فرض قرار دی جائے گی، جس کے لئے وہ اپنا یہی ایک تولہ زیور بیچنے پر مجبور ہوگی۔ حالانکہ ان کا کل سرمایہ یہی زیور ہوتا ہے، جس کو وہ آئندہ کسی شدید ضرورت کے لئے بچائے رکھتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

---

[1]۔ بدائع الصنائع، مذکور، جز2، ص:19

[2]۔ ایضاً

[3]۔ ابن رشد، ابوالولید محمد بن احمد (م۔595ھ)، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، دارالحدیث: قاہرہ، 1425ھ، جز2، ص:16

[4]۔ آپ کا پورا نام ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحوارنی النووی تھا۔ لقب محیی الدین تھا۔ دمشق کے علاقہ حوران کی ایک بستی نوا میں 631ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ دمشق میں ایک طویل عرصہ طلب العلم اور تشہیر العلم کے ساتھ صرف کرنے کے بعد اپنے علاقہ نوا تشریف لائے اور بقیہ زندگی وہاں گزاری۔ شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم، کتاب الاذکار، ریاض الصالحین، الاربعین، الروضۃ فی الفقہ، المنہاج، شرح المہذب، شرح الکبیر والصغیر والاوسط وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ 676ھ کو نوا ہی میں وفات پائی۔ (سلم الوصول الی طبقات الفحول، مذکور، جز3، ص:403)

[5]۔ النووی، ابوزکریا یحیی بن شرف (م۔676ھ)، المنہاج شرح النووی علی مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ، جز7، ص:50

[6]۔ آپ کا پورا نام عبدالرحمن بن عمرو بن یُحمد ابو عمر الاوزاعی تھا۔ شام کے شہر بعلبک میں 85ھ یا 88ھ کو پیدا ہوئے۔ بعد ازاں علاقہ اوزاع میں سکونت پذیر ہوئے، اس لئے الاوزاعی کہلائے۔ اپنے وقت کا شیخ الاسلام اور امام اہل الشام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ صغار تابعین میں سے تھے اور کبار تابعین سے استفادہ علم کیا۔ عطاء بن ابی رباحؒ، ابو جعفر باقرؒ، عمرو ابن شعیبؒ، مکحول شامیؒ، قتادہ ابن دعامہؒ وغیرہ آپ کے شیوخ میں سے تھے۔ جبکہ ابن شہاب الزہریؒ، شعبہؒ، الثوریؒ، یسنس ابن یزیدؒ، امام مالکؒ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ 157ھ کو بیروت میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز7، ص:107)

[7]۔ آپ کا پورا نام سفیان بن سعید بن مسروق ابن حبیب الثوری تھا۔ کنیت ابو عبداللہ تھی، آباواجداد میں ثور بن مناۃ کی طرف نسبت کی وجہ سے الثوری کہلائے۔ آپ کی پیدائش کوفہ میں 97ھ کو ہوئی۔ اپنے وقت کے مجتہد، امام، حافظ، شیخ الاسلام اور سید العلماء کے القابات سے نوازے گئے۔ آپ کے شیوخ کی تعداد اور تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ سفیان ابن عیینہؒ، ابن مبارکؒ، شعبہؒ، زائدہؒ، ابوالاحوص جیسے آئمہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ 161ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز7، ص:230)

[8]۔ السرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد (م۔483ھ) المبسوط للسرخسی، دارالمعرفۃ، بیروت، 1414ھ، جز2، ص:193

[9]۔ بدائع الصنائع، مذکور، جز2، ص:19

[10]۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد (م۔620ھ)، الکافی فی فقہ الامام احمد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1414ھ، جز1، ص:405

[11]۔ المبسوط للسرخسی، مذکور، جز2، ص:192

[12]۔ آپ کا پورا نام ابوثور ابراہیم بن خالد الکلبی تھا۔ 170ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے مجتہد، حافظ، حجۃ اور فقیہ تھے۔ سفیان بن عیینہؒ، وکیع بن الجراحؒ، ابن علیہ، یزید بن ہارونؒ، ابو معاویہ الضریرؒ وغیرہ آپ کے شیوخ ہیں۔ جبکہ امام ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، قاسم بن زکریاؒ، ابوالقاسم البغویؒ، محمد بن اسحاق السراجؒ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ 240ھ کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز12، ص:72)

[13]۔ ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی افغانستان کے شہر ہلمند کے ایک گاؤں بُست میں 319ھ کو پیدا ہوئے۔ علم کی خاطر عراق، بغداد، مکۃ المکرمۃ، بصرہ، خراسان وغیرہ کے اسفار کئے۔ فقیہہ، ادیب اور محدث وقت تھے۔ معالم السنن فی شرح سنن ابی داؤد، اعلام السنن فی شرح البخاری، کتاب الشحاح، کتاب شان الدعاء اور کتاب اصلاح غلط المحدثین آپ کی مشہور کتابوں میں سے ہیں۔ 399ھ کو بُست ہی میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان، مذکور، جز2، ص:215)

[14]۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبداللہ بن احمد (م۔620ھ)، المغنی لابن قدامہ، مکتبۃ القاہرہ، 1388ھ، جز3، ص:36

[15]۔ آپ کا پورا نام ابوعیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلی یسار تھا۔ خلافت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کبار تابعین میں سے تھے۔ سو سے اوپر صحابہ کا زمانہ دیکھا اور بہت سو سے استفادہ کیا۔ علی ابن ابی طالبؓ کی معیت میں جنگ جمل میں شریک تھے۔ حجاج نے آپ کو قاضی کوفہ بنایا تھا، لیکن بعد ان سے اختلاف کی بناپر معزول کئے گئے۔ حجاج آپ کے درپے ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک مسلح جنگ میں آپ ان کے خلاف لڑتے ہوئے 83ھ کو شہید ہو گئے۔ (وفیات الاعیان، مذکور، جز3، ص:126)

[16]۔ آپ کا پورا نام ابوعبداللہ حسن بن صالح بن صالح بن حی الہدانی الثوری تھا۔ کوفہ میں 100ھ کو پیدا ہوئے۔ کبار تابعین میں سے تھے۔ جابر بن یزید الجعفیؒ، ابان بن ابی عیاشؒ، ابراہیم ابن مہاجرؒ، سعید ابن ابی عروبہؒ، سلمۃ بن کہیلؒ، سماک بن حربؒ وغیرہ آپ کے شیوخ جبکہ احمد بن عبداللہ، اسحاق بن منصور، اسود بن عامرؒ، منصور بن معتمرؒ، محمد ابن اسحاقؒ، محمد بن عجلانؒ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ 167ھ کو کوفہ ہی میں وفات پائی۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مذکور، جز6، ص:179)

[17]۔ آپ کا پورا نام ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ النخعی تھا۔ قاضی شریک کے نام سے مشہور ہے۔ بخارا میں 95ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے فقیہ اور محدث تھے۔ حدیث میں قدرے لین راوی تھے۔ سلمہ بن کہیلؒ، منصور بن المعتمرؒ اور ابو اسحاقؒ جیسے شیوخ سے استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذۃ مین ابن بن تغلبؒ، محمد بن اسحاقؒ، شعبہؒ، لیث بن سعدؒ، ابن مبارکؒ، یحیی ابن آدمؒ وغیرہ شامل ہیں۔ 177ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز8، ص:201)

[18]۔ آپ کا پورا نام ابو بکر عبدالعزیز بن جعفر بن احمد البغدادی تھا۔ غلام الخلال سے بھی مشہور تھے کہ ابو بکر الخلال کے شاگرد رشید تھے۔ 285ھ کو پیدا ہوئے۔ موسیٰ ابن ہارونؒ، محمد بن عثمانؒ، جعفر الفریابیؒ، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ وغیرہ سے استفادہ کیا۔ حنبلی فقیہ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں احمد بن الجنیدؒ، بشری بن عبداللہؒ، ابو اسحاق البرمکیؒ وغیرہ شامل ہیں۔ 363ھ کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز12، ص:217)

[19]۔ آپ کا پورا نام ابوسعید حسن بن یسار البصری تھا۔ 21ھ کو خلافت عمرؓ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ کبار تابعین میں سے تھے۔ آپ کا نام حضرت عمرؓ نے رکھا تھا اور اپنا لعاب آپ کے منہ میں ڈالا تھا۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں۔ چنانچہ آپ بھی ام المومنینؓ کی سایہ شفقت میں پروان چڑھے۔ آپ فقیہ، فصیح اللسان تھے۔ امام اہل بصرہ کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔ 110ھ کو بصرہ میں وفات پائی۔ (سلم الوصول الی طبقات الفحول، مذکور، جز2، ص:41)

[20]۔ آپ کا پورا نام قتادہ بن دعامہ بن قتادہ السدوسی تھا۔ اجل تابعین میں سے تھے۔ 61ھ کو پیدا ہوئے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو امام العصر، قدوۃ المفسرین والمحدثین کے القابات دیئے ہیں۔ عبداللہ بن سرجسؒ، انس ابن مالکؒ، طفیل الکنانیؒ، سعید ابن المسیبؒ، ابوالعالیہؒ، ابوعثمان النہدیؒ، عکرمہ مولی ابن عباسؒ وغیرہ آپ کے شیوخ میں سے ہیں۔ جبکہ ایوب سختیانیؒ، ابن ابی عروبہؒ، معمر بن راشدؒ، الاوزاعیؒ، مسعر ابن کدامؒ، شعبہؒ وغیرہ آپ کے تلامذۃ میں سے تھے۔ 117ھ کو واسط میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز5، ص:278)

[21]۔ المغنی لابن قدامہ، مذکور، جز3، ص:36

[22]۔ آپ کا پورا نام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص تھا۔ رے میں 305ھ کو پیدا ہوئے۔ نیشاپور، بغداد وغیرہ کے سفر کئے۔ بغداد میں رہائش اختیار کی اور ابوالحسن کرخیؒ اور ابن سہل الزجاجؒ جیسے شیوخ سے استفادہ کیا۔ فقیہ اور محدث وقت تھے۔ احکام القرآن، شرح مختصر الطحاوی، شرح جامع لمحمد حسن وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف میں سے ہیں۔ 370ھ کو وفات پائی۔ (سلم الوصول الی طبقات الفحول، مذکور، جز1، ص:185)

[23]۔ الجصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی (م۔370ھ)، احکام القرآن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، جز3، ص:139

[24]۔ آپ کا پورا نام ابو محمد علی بن احمد ابن حزم الظاہری تھا۔ 384ھ کو قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث اور فقہ کے عالم تھے۔ ابتداء میں شافعی المسلک تھے، تاہم بعد میں اہل الظاہر کا راستہ اختیار کیا۔ الاحکام لاصول الاحکام، الفصل فی الملل فی الاھواء والنحل وغیرہ کتابیں لکھیں۔ 452ھ کو وفات پائی۔ (وفیات الاعیان، مذکور، جز3، ص:325)

[25]۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد الظاہری (م۔456ھ)، المحلی بالاثار، دارالفکر، بیروت، سطن، جز4، ص:195

[26]۔ آپ کا پورا نام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی تھا۔ لقب شمس الائمہ تھا۔ 400ھ کو سرخس (خراسان) کے مقام میں پیدا ہوئے۔ فرغانہ اور اوزجند وغیرہ کے علمی اسفار کئے۔ حق گوئی کے پاداش میں اوزجند کے شاہ نے آپ کو ایک کنویں میں قید کیا۔ وہاں بھی آپ نے علمی شغل جاری رکھا اور تلامذہ کنویں کے منڈھیر پر جمع ہوتے اور آپ سے علمی استفادہ کرتے۔ المبسوط کی املاء اسی دور میں عمل میں آئی۔ امام محمد ابن الحسن کی کتاب سیر الکبیر کی شرح آپ کی مشہور تصانیف میں شامل ہے۔ 483ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ (سلم الوصول الی طبقات الفحول، مذکور، جز3، ص:70)

[27]۔ السرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد (م۔483ھ)، المبسوط للسرخسی، دارالمعرفۃ، بیروت، 1414ھ، جز2، ص:192

[28]۔ فتح الباری، مذکور، جز3، ص:314

[29]۔ آپ کا پورا نام ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بدرالدین العینی تھا۔ 762ھ کو عینتاب (مصر کا ایک قصبہ) میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے محدث، مورخ اور فقیہ تھے۔ حلب، مصر، دمشق اور قدس کے اسفار اور سکونت اختیار کی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری، مغانی الاخیار فی رجال معانی الاثار، العلم الھیب فی شرح الکلم الطیب الابن تیمیہ، عقد الجمان فی التاریخ، تاریخ البدر فی اوصاف اہل العصر، البنایہ فی شرح الھدایہ وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔ 855ھ کو وفات پائی۔(الاعلام للزرکلی، مذکور، جز7، ص:163)

[30]۔ العینی، ابو محمد محمود بدرالدین(م۔855ھ)، عمدۃ القاری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سطن، جز8، ص:260

[31]۔ آپ کا پورا نام محمد بن محمد امین بن عمر علاء الدین شہیر بہ ابن عابدین تھا۔ دمشق کے حنفی علماء میں ممتاز تھے۔ 1198ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سب سے معروف ومشہور ردالمحتار علی درالمختار شرح تنویر الابصار (علاء الدین حصکفیؒ نے درالمختار لکھی جو کہ شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن عبد اللہ تمرتاشیؒ کی کتاب تنویر الابصار کی شرح ہے) ہے۔ فقہ حنفی میں ردالمحتار کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ 1306ھ کو دمشق ہی میں وفات پائی۔(الاعلام للزرکلی، مذکور، جز7، ص:75)

[32]۔ ردالمحتار علی الدر المختار، مذکور، جز2، ص:303

[33]۔ محمد شفیع(م۔1976ء)، جواہر الفقہ، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 2010ء، جلد3، ص:226

[34]۔ ڈاکٹر وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی دمشق کے ایک مضافاتی گاؤں دیر عطیہ میں 1932ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ الازہر مصر سے تعلیم اور بعد ازاں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ عالم اسلام کے نامور فقیہ کے طور پر مشہور ہوئے۔ اہم موضوعات پر تقریباًہر اسلامی ملک میں آپ کو خطبات کے لئے مدعو کیا جاتا رہا۔ بنیادی طور پر شافعی المسلک تھے، تاہم فقہی معاملات میں آپ اپنے ایک جداگانہ سوچ اور رائے رکھتے تھے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کی جس میں فقہ الاسلامی وادلتہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

[35]۔ الزحیلی، وھبہ بن مصطفیٰ(م۔2015ء)، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، سوریہ، سطن، جز3، ص:1820

[36]۔ آپ کا پورا نام یوسف عبد اللہ القرضاوی ہے۔ آپ کی پیدائش مصر کے علاقہ محافظہ غربیہ کے ایک گاؤں صفط تراب میں 1926ء کو ہوئی۔ حفظ کے بعد جامع الازہر سے تعلیم کے مراحل طے کرتے ہوئے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں قطر میں منتقل ہوگئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ ممتاز اہل علم اور فقہاء میں شمار ہوئے۔ نظری اور عملی طور پر اخوان المسلمین کے ساتھ وابستہ رہے۔ رابطہ عالم اسلامی، عالمی اتحاد برائے علمائے اسلام، بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ اور دیگر کئی اسلامی بین الاقوامی اداروں کے رکن رہے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں فقہ الزکوٰہ، فتاویٰ معاصرہ، فقہ الجھاد، فقہ الطھارۃ، فقہ الصیام، الحلال والحرام فی الاسلام، فقہ الاقلیات، فقہ الاسلامی والادلتہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ 2022ء کو دوحہ میں فوت ہوئے۔

[37]۔ القرضاوی، یوسف عبد اللہ(م۔2022ء)، فقہ الزکواۃ، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، 1982ء، جلد1، ص:351

[38]۔ آپ کا پورا نام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد الطیار ہے۔ آپ سعودی عرب کے معروف خاندان الطیار سے تعلق رکھتے ہے۔ 1373ھ کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے، والدہ نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ کلیتہ الشریعہ ریاض سے تکمیل علم کیا اور وہی تدریس کرنے لگے۔ شیخ عقیل العقیلی، شیخ ابن باز، شیخ الشنقیطی، شیخ سلیمان المنیع، شیخ عبد اللہ الدبلان وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ زکواۃ اور دیگر فقہی معاملات پر اہم کتابیں تصیف کیں۔ حالاًریاض اور دیگر اہم مقامات پر تدریس اور وکالت کے شعبوں سے وابستہ ہے۔

[39]۔ الطیار، عبد اللہ بن محمد، الفقہ المیسر، مدار الوطن للنشر، ریاض، 1432ھ، جز2، ص:39

[40]۔ آپ کا پورا نام محمد اشرف علی تھانوی تھا۔ 1863ء کو مظفر نگر کے گاؤں تھانہ بھون میں پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ اور تھانہ بھون سے حاصل کی، بعد ازاں تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ تدریس کا آغاز کانپور سے اور پھر تھانہ بھون میں اپنے مرشد امداد اللہ مہاجر کی کی ہدایت پر مدرسہ اشرفیہ قائم کیا۔ آپ مجدد ملت کے لقب سے نوازے گئے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ تفسیر بیان القرآن، احیاء السنن، امداد الفتاویٰ، بہشتی زیور، نشر الطیب، الحیلۃ الناجزۃ وغیرہ ان میں شامل ہیں۔ 1943ء کو تھانہ بھون میں وفات پائی۔(خواجہ، عزیز الحسن(م۔1944ء)، اشرف السوانح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1427ھ، جلد1، ص:45ومابعد)

[41]۔ تھانوی، مولانا اشرف علی(م۔1943ء)، امداد الفتاویٰ، زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، سطن، جلد3، ص:604

[42]۔ آپ کا پورا نام محمد کفایت اللہ بن عنایت اللہ شاہجہان پوری دہلوی تھا۔ 1875ء شاہ جہان پور دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شاہ جہان پور اور مراد آباد میں اور تکمیل دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ تدریس مدرسہ امینیہ میں جاری رہی۔ جمعیت علمائے ہند کے صدر تھے۔ کئی اہم تصانیف لکھیں۔ جن میں روض الریاضین، تعلیم الاسلام، کفایت المفتی وغیرہ مشہور ہیں۔ 1952ء کو دہلی میں وفات پائی۔(شاہ جہان پوری، ابو سلمان، مفتی اعظم ہند ایک ادبی اور سیاسی شخصیت، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، 2003ء، ص:17ومابعد)

[43]۔ دہلوی، محمد کفایت اللہ (م۔1952ء)، کفایت المفتی، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، 2001ء، جلد4، ص:270

[44]۔ آپ کا پورا نام محمد یوسف لدھیانوی ہے۔1932ء کو دھیانہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ فقیہ، محدث اور ادیب تھے۔ بنوری ٹاؤن سے وابستہ رہے۔ عالمی مجلس ختم نبوت کے نائب امیر تھے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم، تحفہ قادیانیت، آپ کے مسائل اور ان کا حل، رجم کی شرعی حیثیت وغیرہ اہم کتابیں ہیں۔ 2000ء میں شہید کئے گئے۔

[45]۔ لدھیانوی، محمد یوسف (م۔2000ء)، آپ کے مسائل اور ان کا حل، مکتبہ لدھیانوی، بنوریہ ٹاون، کراچی، 1997ء، جلد3، ص:403

[46]۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ 1922ء کو ہندوستان لدھیانہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ دیوبند سے علم کی تکمیل کی۔ مفتی محمد شفیعؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ایک عرصہ دارالعلوم کراچی سے منسلک رہے۔ بعد ازاں کراچی میں جامعۃ الرشید کی بنیاد ڈالی۔ احسن الفتاویٰ تصنیف کی۔ 2002ء میں کراچی میں انتقال فرمایا۔ (آسیا آبادی، احتشام الحق، انوار الرشید، جامعہ رشیدیہ، مکران، 1983ء، جلد1، ص:49 ومابعد)

[47]۔ رشید احمد، لدھیانوی (م۔2002ء)، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1425ھ، جلد4، ص:264

[48]۔ مفتی محمد فریدؒ ضلع صوابی خیبر پختونخواہ کے گاؤں زروبی میں 1926ء کو پیدا ہوئے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے سرکردہ علماء ومفتیانِ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ سے متصل رہے اور یہاں کے صدر مفتی کے عہدہ پر ایک طویل عرصہ فائز رہے۔ فتاویٰ فریدیہ کو مرتب کیا۔ لاکھوں شاگردان سے فیض ہوئیں۔ 2011ء کو وفات پائی۔

[49]۔ محمد فرید، مفتی (م۔2011ء)، فتاویٰ فریدیہ، دارالعلوم صدیقیہ، زروبی، صوابی، 2009ء، جلد3، ص:405

[50]۔ سعید احمد پالنپوری 1940ء کو گجرات کے ایک گاؤں وڈگام (پالن پور) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درجات پالن پور میں اور وسطانی درجات مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھی اور بعد ازاں تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ قاری محمد طیب، فخر الحسن مراد آبادی، محمد ابراہیم بلیاوی، محمود عبدالوہاب مصری وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ تدریس دیوبند اور سورت کے مدارس میں انجام دی۔ فقہ وحدیث میں کمال رکھتے تھے۔ کئی اہم کتابوں کے مصنف تھے۔ تحفۃ القاری شرح بخاری، تحفۃ الالمعی شرح ترمذی، زبدۃ الطحاوی شرح معانی الاثار، حواشی امداد الفتاویٰ، تسہیل ادلّہ کاملہ، تفسیر ہدایت القرآن، رحمۃ اللہ الواسعہ وغیرہ مشہور ہیں۔ 2020ء کو ممبئی میں وفات پائی۔ (لاجپوری، مرغوب احمد، مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت، جامعۃ القراءات، کفلیۃ، ہند، سطن، ص:14 ومابعد)

[51]۔ پالنپوری، مفتی سعید احمد (م۔2020ء)، رحمۃ اللہ الواسعہ، زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، 2004ء، جلد4، ص:60

[52]۔ مفتی محمد تقی عثمانی 1943ء کو ہندوستان کے ضلع سہارنپور میں قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آزادی کے بعد خاندان کے ہمراہ پاکستان منتقل ہوئے، چنانچہ ابتدائی تعلیم کراچی میں اور تکمیل دارالعلوم کراچی سے کیا۔ تخصص فی الفقہ کے ساتھ ساتھ عربی ادب اور وکالت کی ڈگری حاصل کی۔ محمد شفیع دیوبندیؒ، ادریس کاندھلویؒ، محمد زکریا کاندھلویؒ اور محمد یونس جونپوریؒ جیسے اکابر آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ فقہ، حدیث اور خاص طور پر اسلامی بینکاری میں آپ کی مہارت پوری دنیا میں تسلیم کی جاچکی ہے۔ آپ وفاقی شرعی عدالت کے جج بھی رہ چکے ہے۔ ملک کے مختلف اداروں کے سرکردہ رکن ہونے کے ساتھ ساتھ پوری اسلامی دنیا کے اہم اداروں کے رکن ہے۔ کئی اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، جن کی تعداد درجنوں ہیں۔

[53]۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، فتاویٰ عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2012ء، جلد2، ص:39

[54]۔ خالد سیف اللہ رحمانی حیدرآباد دکن میں 1956ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی درجات مقامی مدارس اور کچھ جامعہ رحمانیہ مونگیر میں پڑھیں، بعد ازاں تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ آپ ایک معتبر فقیہ اور محدث ہے۔ المعہد العالی الاسلامی کے نام سے فقیہ ادارہ قائم کیا۔ آپ نے کئی اہم کتابیں اب تک تصنیف کیں ہیں۔ جن میں فقہ القرآن، جدید فقہی مسائل، عبادات اور جدید مسائل، قاموس الفقہ، علم اصول حدیث، کتاب الفتاویٰ وغیرہ ان میں شامل ہیں۔

[55]۔ رحمانی، خالد سیف اللہ، کتاب الفتاویٰ، زمزم پبلشرز، کراچی، 2008ء، جلد3، ص:262

[56]۔ مفتی رضاء الحق 1950ء کو شاہ منصور ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا شمس الھادیؒ تھا۔ تعلیمی مراحل حقانیہ اور بنوری ٹاؤن کراچی میں پورے کئے۔ تدریس کا آغاز بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔ چار پانچ سال کے بعد جنوبی افریقہ تشریف لے گئے، جہاں حالاً مفتی اعظم جنوبی افریقہ کے منصب پر قائم ہے اور دین متین کی خدمات انجام دے رہے ہے۔ آپ کی فتاویٰ جات کے علاوہ کئی کتابیں بھی طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔

[57]۔ رضاء الحق، مفتی، فتاویٰ دارالعلوم زکریا، دارالافتاء، دارالعلم زکریا، جنوبی افریقہ، 2018ء، جلد3، ص:96

58۔ مفتی غلام الرحمن بنیادی طور پر مانسہرہ سے تعلق رکھتے ہے۔ پاکستان کے اہل علم و اہل مدارس طبقہ میں جانے مانے حیثیت کے مالک ہے۔ جامعہ حقانیہ کے فارغ التحصیل اور بعد ازاں شعبہ فقہ والافتاء سے منسلک اور عہدہ نائب مفتی پر فائز رہے۔ پشاور یونیورسٹی سے عربی اور اسلامیات اور بعد ازاں علامہ اقبال یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگریاں حاصل کی۔ جامعہ عثمانیہ کے نام سے پشاور میں مدرسہ قائم کیا جو آج ملک کے چوٹی کے مدارس میں شمار کی جاتی ہے اور اس کی متعدد شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ آپ نفاذ شریعہ کونسل کے چیئر مین بھی رہ چکے ہے۔

59۔ غلام الرحمن، مفتی، فتاویٰ عثمانیہ، العصر اکیڈمی، پشاور، 2020ء، جلد 3، ص: 310

60۔ سید سابقؒ 1915ء کو مصر کے صوبہ منوفیہ کے ایک ضلع باجور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد جامعۃ الازہر چلے گئے۔ تکمیل کے بعد مختلف اہم عہدوں پر کام کیا۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ میں مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ فقہ پر دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں کئی اہم کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جن میں فقہ السنۃ کے علاوہ مصادر القوۃ فی الاسلام، الربا والبدیل، تقالید و عادات یجب ان تزول فی الافراح ولا مناسبات وغیرہ شامل ہیں۔ 2000ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ (سید السابق، فقہ السنۃ، مکتبۃ الاسلامیہ، اردو بازار، لاہور، 2015ء، جز 1، ص: 35 ومابعد)

61۔ سید سابق (م۔ 1420ھ)، فقہ السنۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، 1397ھ، جز 1، ص: 340

62۔ ابو عبداللہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن محمد بازؒ ریاض شہر میں 1330ھ میں پیدا ہوئے۔ مفتی اعظم سعودی عرب رہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہے۔ فتاویٰ ابن باز آپ کا مجموعہ فتاویٰ ہے۔ 1999ء کو وفات پائی۔

63۔ ابن باز، عبدالعزیز بن عبداللہ (م۔ 1420ھ)، مجموع فتاوی ابن باز، دار القاسم للنشر، ریاض، 1420ھ، جز 14، ص: 156

64۔ پورا نام محمد امین بن محمد مختار الجنکی الشنقیطی تھا۔ 1905ء کو موریطانیہ کے شہر تنگنت پیدا ہوئے۔ بنیادی تعلق قبیلہ حمیر سے تھا۔ شعر و شاعری، تفسیر، فقہ، اصول فقہ سے شغف رکھتے تھے۔ اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، دفع ایہام الاضطراب عن آیات الکتاب، منع جواز المجاز، الفیہ فی المنطق وغیرہ آپ کی مشہور کتابوں میں سے ہیں۔ 1974ء میں وفات پائی۔

65۔ الشنقیطی، محمد الامین بن محمد (م۔ 1393ھ)، العذب النمیر فی التفسیر، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمہ، 1426ھ، جز 5، ص: 463

66۔ پورا نام محمد ابن صالح ابن محمد ابن سلیمان ابو عبداللہ العثیمین تھا۔ 1925ء کو سعودی عرب کے شہر العنیزہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ امام محمد ابن سعود الاسلامیہ سے علوم کی تکمیل کی۔ فقہ، تفسیر میں دسترس رکھتے تھے۔ دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کو شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ 2001ء کو وفات پائی۔

67۔ العثیمین، محمد بن صالح (م۔ 1421ھ)، مجموع فتاوی ورسائل العثیمین، دار الوطن، سوریا، 1413ھ، جز 18، ص: 248

68۔ صحیح البخاری، مذکور، رقم الحدیث: 1405

69۔ الذہبی، ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد (م۔ 748ھ)، تنقیح التحقیق فی احادیث التعلیق، دار الوطن، ریاض، 1421ھ، جز 1، ص: 340

70۔ الشافعی، ابو عبداللہ محمد بن ادریس (م۔ 204ھ)، الام للشافعی، دار المعرفۃ، بیروت، 1410ھ، جز 2، ص: 38

71۔ المحلی بالآثار، مذکور، جز 4، ص: 192

72۔ آپ کا پورا نام ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ عبسی کوفی تھا۔ امام، سید الحفاظ اور محدث اور مفسر تھے۔ 159ھ کو شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ سفیان بن عیینہؒ، علی بن مسہرؒ، عباد بن العوامؒ، عبداللہ بن ادریسؒ، عبداللہ بن المبارکؒ، جریر بن عبدالحمیدؒ، ابو خالد الاحمرؒ، عبدالسلام بن حربؒ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ 235ھ کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز 11، ص: 122)

73۔ آپ کا پورا نام ابو عبداللہ مکحول بن عبداللہ الشامی تھا۔ تابعی تھے اور کئی صحابہ سے سماعت کیا۔ واثلہ بن الاسقعؓ، ابو امامہ الباہلیؓ، انس بن مالکؓ، محمود بن الربیعؓ وغیرہ اور کبار تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ، جبیر بن نفیرؒ، طاؤسؒ وغیرہ آپ کے شیوخ میں شامل ہیں۔ شام کے آئمہ میں سے تھے۔ بنیادی تعلق کابل سے تھا۔ امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، ربیعہ رائیؒ، ابن عجلانِ زید بن واقدؒ، سلیمان بن موسیٰؒ وغیرہ آپ کے شیوخ میں سے تھے۔ 118ھ کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، مذکور، جز 5، ص: 155)

74۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد (م۔ 235ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ، مکتبۃ الرشد، ریاض، 1409ھ، رقم الحدیث: 9885

75۔ ابن ہمام، ابو بکر عبدالرزاق الصنعانی (م۔ 211ھ)، مصنف عبدالرزاق، مجلس العلمی، ہند، 1403ھ، رقم الحدیث: 7099

76۔ سورۃ البقرۃ 2 : 286

77۔ سورۃ البقرۃ 2 : 185

[78]۔ صحیح البخاری، مذکور، رقم الحدیث:39

[79]۔المبسوط للسرخسی، مذکور، جز2، ص:194